ہندوستان میں اپنے رنگ کا ایک اور اپنی وضع میں البیلا نتھری ہوئی اردو زبان کا ماہواری گلدستہ
پنجہ نگارین
کیوں نہ ہو قدر میری ہاتھوں ہاتھ
دوستو "پنجہ نگارین" ہوں
نمبر ۱
دہلی بابت ماہ اگست ۱۸۹۹ء
جلد ۱
بہ نگرانی حضرت آغا شاعر دہلوی انڈین پیور لنگویج ٹیوٹر مالک پنجہ نگارین
مرتبہ
عاصی آغا مناظر علی بیگ منیجر گلدستہ ہذا کھڑکی ابراہیم علیخاں
در دفتر اخبار پریس دہلی میں باہتمام منشی امیر احمد صاحب مینیجر چھپا

ڈیڈیکیشن

میں ان تازہ پھولوں کے لہلہاتے ہوئے گلدستہ کو عالیمرتبت کیوان منزلت ناظم الدولہ نواب محبوب یار جنگ بہادر۔ اے ڈی سی۔ ہز ہائنس دی حضور نظام آف دکن کے نام نامی پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں۔

کدھر ہے بہار جو اپنا رنگ دکھائے؟ کہاں ہے حسنِ قبول جو "پنجۂ نگاریں" کو ہاتھوں ہاتھ قدر کی نگاہوں تک پہنچائے۔

فقیر آغا شاعر۔ دہلوی

انڈین بیورو لینگویج ٹیوٹر۔ دہلی کھڑکی ابراہیم علیخاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنجۂ نگارین

مصرعہ مطرحہ

فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

احسن۔ حافظ آغا جان صاحب دہلوی ولد مرزا نور اللہ بیگ صاحب مرحوم

مجھسے تکلیف سوا ہے مرے غمخواروں کو
رحم کیا کھائے کوئی عشق کے بیماروں پر

ابر آتے ہی بہار آگئی مے خواروں پر
دیکھنا رحمت رحمٰن گنہ گاروں پر

بوالہوس وہ بتِ سفاک جہاں رہتا ہے
خون کے چھینٹے ہیں جس کوچے کی دیواروں پر

چاندنی ڈرتی ہے اتنا مرے غمخانہ سے
صحن میں کیا۔ کبھی آتی نہیں دیواروں پر

مرے ان دیدۂ پرآب کی یہ پلکیں ہیں
جانتے سبزہ ہیں مردم تری دیواروں پر

بیٹھکر نقشِ قدم بن گئے ہم جیتے جی
تا اٹھانے کی نہ تکلیف ہو کچھ یاروں پر

آنکھیں چسپیدہ ہیں بدا کے مشتاقوں کی
پھول کب ہیں ترے در پر تری دیواروں پر

کرنا پامال کسیکا بھی نہیں خوب اے یار
خرمنِ گل پہ نہ رکھ پاؤں نہ انگاروں پر

تازے پھولوں پہ نہیں تازگی وہ رشکِ چمن
جو طراوت ہے ترے اترے ہوئے ہاروں پر

خار بن جائینگے جب عہد خزاں آئے گا
گل نہیں کھلتے مگر ہنستے ہیں زرداروں پر

نکلے جو کام جوانوں سے وہ پیروں سے کہاں
فوق دیتا ہے بجا تیروں کو تلواروں پر

پلکیں آنکھوں کیلئے باعثِ زیبائش ہیں
دیکھنا زینتِ گل حق نے رکھی خاروں پر

لال آنسو مری پلکوں پہ کہاں اے احسن
قطرے شبنم کے گل لالہ بنے خاروں پر

افسردہ۔ جناب بابو سریرام صاحب دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

دم نکل جائے نہ ان روز کے اقراروں پر
رحم کر رحم ذرا ہجر کے بیماروں پر

تجھسا بیباک زمانے میں نہ دیکھا نہ سنا
ظلم پر ظلم ہے آزار ہے آزاروں پر

گونجنا بھونروں کا پھولوں پہ دکھا جاتی ہے
کالے بُندوں کی تڑپ یار کے رخساروں پر

ابروؤں پر نہ پڑیں بل یہ قیامت کیا ہے؟
سان کیوں رکھتے ہو میرے لیئے تلواروں پر

آج کیا بات ہے کس گل کی سواری آئی
بلبلیں پھول چُنے بیٹھی ہیں منقاروں پر

کیا خبر سانس اب آئے بھی نہ آئے جاکر
رحم کر اب تو ذرا ہجر کے بیماروں پر

سوز غم سے جگر و دل کے کہیں کا نہ رہا
لوٹتا رہتا ہوں ہر وقت ان انگاروں پر

ابر رحمت سے یہ توبہ شکنی کرتے ہیں
میرے غفار کرم چاہیئے میخواروں پر

تمکو افسردہ ہی رکھنے میں مزا ملتا ہے
دل نہ پھٹ جائے کہیں روز کی تکراروں پر

بدر۔ جناب صاحب مرزا صاحب دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر صاحب دہلوی

لکھدیا یار نے یہ کوچے کی دیواروں پر
بجلیاں گرتی ہیں یاں تازہ گرفتاروں پر

میں وہ مے نوش ہوں ساقی کہ گھٹا سے پہلے
مے برستی ہے مرے کوچے کی دیواروں پر

ذکر جینے سے اگر چونک اُٹھے چونک اٹھے
اس قیامت کی غشی چھائی ہے بیماروں پر

پھر چلے آتے ہیں وہ بزم عدو سے یاں تک
آگیا رحم اُنھیں پھر مرے اصراروں پر

بدر برسات کا موسم ہے کسولی چلیئے
آج کل لطف ہی جینے کا تو کہساروں پر

جوہر۔ جناب محمد کاظم صاحب پنشن ٹیوٹر تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

بال کاکل کے پریشان ہیں رخساروں پر
کیا دھواں دھار گھٹا چھائی ہے گلزاروں پر

سخت جانی اِسے کہتے ہیں عیاذاً باللہ — سر وہ ٹکرایا نشاں پڑ گئے دیواروں پر

ایک خم اور بھی ڈھلکا دے اِدھر آ ساقی — تشنہ لب ہیں ترا احسان ہو میخواروں پر

ایک چُلّو کی ہے خواہش تو مُیسّر ہے سبُو — مرے ساقی کی عنایت ہے یہ میخواروں پر

جو ترے سوزِ محبت پہ مِٹے رہتے ہیں — لوٹتے ہیں وہ دہکتے ہوئے انگاروں پر

اُسکے انداز و ادا ناز و کرشمے ہیں غضب — دم نکلتا ہے ہمارا انھیں دو چاروں پر

جستجو میں تری وہ دُھن ہے کہ واقف ہی نہیں — فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

یا خدا طبعِ رسا میں ہو وہ جوہر پیدا — وجد کرنے لگیں ہر سو مرے اشعاروں پر

حمید۔ محمد اکرام الدین صاحب مصور دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

بزم میں لطف وہ کرتے رہے اغیاروں پر — اور ہم رشک سے لوٹا کیئے انگاروں پر

دیکھتے ہی ترے یہ بھی نہ رہی مجھکو خبر — فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

حشر میں ساقیِ کوثر سے نگاہیں لڑ جائیں — ہو الٰہی تری رحمت جو گنہگاروں پر

ایڑیاں رگڑیں کہاں تک کوئی حد بھی آخر — رحم آتا نہیں عیسےٰ تجھے بیماروں پر

دورِ تم نے نہ دیا۔ جام ٹھہرنے نہ دیا — یہ کیا آج کرم ابر نے مے خواروں پر

یہ ہمیں ہیں کہ ترے ظلم سہا کرتے ہیں — امتحاں سُن کے عشق چھائی ہے اغیاروں پر

گرم بازاری قیمت جو زلیخا سے ہوئی — کھُل گیا بھید یہ یوسف کے خریداروں پر

حشر کے روز محمدؐ کی سفارش سے حمید — جوشش رحمتِ حق ہوگی گُنہگاروں پر

عالیجناب بلبلِ ہندوستان اُستاد السُلطان دکن نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی

یوں برس پڑتے ہیں کیا ایسے خطاواروں پر — رکھ لیا تو نے تو عُشاق کو تلواروں پر

منہ چڑھا رحمت کی گنہگاروں پر — مال کا مول ہے موقوف خریداروں پر

عطرافشاں تری زلفیں ہیں جو رخساروں پر
یہی روغن تو ٹپکتا ہے اِن انگاروں پر

کوچۂ یار سے برباد بھی ہو کر نہ گیا
خاک اُڑ اُڑ کے مری جم گئی دیواروں پر

اشکِ خجلت کسی سیکش کے جو دوزخ میں گریں
اوس پڑ جائے دہکتے ہوئے انگاروں پر

آگ تلووں سے لگی بزم عدو میں یارب
فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

کیوں تڑپنے نہ دیا اس کو۔ وہ یہ کہتے ہیں
خفگی مجھ سے سوا ہے مرے غمخواروں پر

کل تمھیں داورِ محشر سے یہ کہنا ہوگا
رحم کر رحم محبت کے گنہگاروں پر

عاشق آئے ہیں کہ دیوانوں کا لشکر آیا
کیا چڑھائی ہے تیرے کوچے کی دیواروں پر

حشر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان رہے
کچھ بنا دیجے نشاں اپنے طلبگاروں پر

ایسی دیکھی نہ سُنی عاشقی و معشوقی
جان جاتی ہے اجل کی تیرے بیماروں پر

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا
دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر

راسخ - جناب مولوی عبدالرحمن صاحب دہلوی شارح مثنوی مولانا روم رح

بل کی لینے لگیں زلفیں ترے رخساروں پر
سانپ کے مُنہ میں کبھی ہوں کبھی انگاروں پر

نازِ دشمن کے اُٹھائیں گے تمھاری خاطر
یہ بھی بیگار سہی عشق کے بیماروں پر

لڑکھڑاتے ہیں قدم زہد کے اے پیرمغاں
توبہ خود ٹوٹ کے گرنے کو ہے میخواروں پر

سوزِ دل رشک سے اے دیدۂ تر ہے دونا
چھینٹے ہیں روغن بادام کے انگاروں پر

حیرت دید کا اعجاز ہے یہ خال نہیں
پتلیاں رہ گئیں جم کر ترے رخساروں پر

خون ملتا نہیں غیروں سے ہمارا قاتل
دونوں تحریریں الگ رہتی ہیں سوفاروں پر

سرد مہری سے ہے خورشید فلک کو رعشہ
چڑھ چکی دھوپ ترے کوچہ کی دیواروں پر

چشم و ابرو کے شہیدوں کی دلا دیجیے مینا
تیر کے ٹکڑوں پہ ٹوٹی ہوئی تلواروں پر

سلطان۔ جناب سلطان مرزا صاحب دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

ابرووں نے کوئی جانبازیاں پوچھے انکی
دل جگر دوڑ کے جا پڑتے ہیں تلواروں پر

سوزشِ دل۔ تپشِ درد۔ خیالِ حرماں
آفتیں رہتی ہیں نازل ترے بیماروں پر

مُنہ لگایا کسی بے درد کو شاید تونے
یہ نشاں پڑ گئے کیسے تیرے رخساروں پر

ہم نہوں گے تو تجھے کون کہیگا معشوق
رحم کر رحم محبت کے گنہ گاروں پر

مستِ چشم آج سنبھلتے ہی نہیں ہیں ساقی
بیخودی چھاگئی کیسی تیرے ہوشیاروں پر

شاکر۔ جناب قاضی محمد عبد الشکور صاحب دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

پھر گئی تیغ ستم۔ تازہ گرفتاروں پر
خون کے چھاپے لگائے ہیں ع دیواروں پر

دل جگر سے مرے بچنا۔ نہ بڑھو۔ ٹھہرو تو
دیکھو۔ گرتے ہو دہکتے ہوئے انگاروں پر

وصل میں غیر کا ذکر آتے ہی بیخود ہوئیں ہمیں
فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

دیکھ تو آکے شبِ غم کہ تماشا کیا ہے
کیا گزرتی ہے ترے جان سے بیزاروں پر

چٹکیاں شورِ عنادل نے وہ لی ہیں دلمیں
دیکھنا پھول گرے پڑتے ہیں منقاروں پر

درمِ تفریح نقاب اُن کی جو رُخ سے اُلٹی
بجلیاں گرنے لگیں باغ کی دیواروں پر

اُسکا ایما ہو تو پھر جائیں ابھی دن شاکر
منحصر کچھ نہیں افلاک کے سیاروں پر

حضرت آغا شاعر دہلوی انڈین پیور لنگویج ٹیوٹر آتھر آف انور و رضیہ

انجم و زہرہ۔ پرستان۔ ارمان۔ قتل نظیر۔ سزائے قاتل۔ مترجم ماسکنڈ برائیڈل و مسٹیریس ریونج وغیرہ

نور برسا۔ وہ گھٹا چھاگئی میخواروں پر
اے تری شان؟ یہ رحمت ہے گنہگاروں پر

کوئی پردہ جو نہیں آپکے رخساروں پر
چاندنی کھیت کیئے جاتی ہے گلزاروں پر

اُسکے تیروں پہ بڑے حضرتِ دل ریجھے ہیں
جان بیچے ہوئے پھرتے ہیں خریداروں پر

سچ تو ہے کیوں نہ زلیخا سے بگڑتے یوسف
ناز کرتے ہیں سبھی اپنے خریداروں پر

نہیں نکلا کسی گستاخ کا ارماں اچھا
نیل کیوں پڑ گئے ان پھول سے رخساروں پر

نہ بجھی پر نہ بجھی آتشِ رشکِ دشمن
صبح تک شام سے لوٹا کیا انگاروں پر

واں شبِ وصل عدو لگتی کے جلے جو بجے
میں یہاں رشک سے لوٹا کیا انگاروں پر

دو اجازت تو کلیجے سے لگا لوں رخسار
سینک لوں چوٹ جگر کی انھیں انگاروں پر

دل گیا۔ سانس رکا۔ جان چلی فرقت میں
ہائے افسوس بھروسہ تھا انھیں یاروں پر

لیگیا ضعف اُٹھا کر مجھے قیدِ غم سے
ایک پرچھائیں سی پھرنے لگی دیواروں پر

میں تو میں سایہ کو بھی میرے اجازت نہ ملی
اسقدر جبر کہ خط کھچ گئے دیواروں پر

حکم صیاد نہیں ہے کہ چمن میں آئیں
بلبلیں لوٹتی ہیں باغ کی دیواروں پر

برشِشِ ابروئے جاناں سے کٹے جاتے ہیں
ہاتھ کس طرح سے ڈالے کوئی تلواروں پر

ابروؤں نے کبھی دم بھر بھی ٹھہرنے نہ دیا
آپ نے ناچ نچایا مجھے تلواروں پر

واہ شاعر سا بھی بھولا نہیں دنیا میں کوئی
آج پھر مان گیا آپکے اقراروں پر

نظم جناب معلی القاب اُستاذی نواب سعید الدین احمد خاں صاحب بہادر طالب دہلوی

خوابِ غفلت میں نظر آیا ہے جو غافل کو
منکشف کرتا ہے وہ حال کے بیداروں پر

خواب تو خوب ہے اے کاش ہو تعبیر بھی
کچھ نہ کچھ ڈالدے مولا مرے غمخواروں پر

دیکھتا کیا ہے کہ اک باغ ہے پر ایسا وسیع
کہ نظر وہم کی پڑتی نہیں دیواروں پر

اور اُس باغ میں مرغانِ خوش الحان لاکھوں
زمزمہ سنج ہیں بیٹھے ہوئے اشجاروں پر

خوشنوائی ہے عجب دلکش و دلسوز ان کی
یہ غزل ہو کسی دل تفتہ کی منقاروں پر

جھوم جھوم آئیں گھٹائیں نہیں گلزاروں پر
رحمتِ عام کا جلوہ ہے گنہگاروں پر

شیخ اس سبحہ و اوراد سے ہوتا کیا ہے ۔ مہر کر مہر اسے فوق ہے سب کاروں پر
بادۂ لطف و کرم سے ہیں جو سرخوش رہتے ۔ ہنستے ہیں ساغر جمشید کے سرشاروں پر
گام فرسا ہوا جو راہ خدا میں دل سے ۔ اسکو سبقت ہی زمانہ کے سب اسواروں پر
پھول سے بچے مسلمانوں کے لاوارث آہ ۔ دست دوراں سے پڑے ٹوٹتے ہیں خاروں پر
کن یتیموں پہ روا رکھتے ہیں بیدین ستم ۔ آسماں ٹوٹ پڑے کاش ستمگاروں پر
کوئی ہوتا نہیں احوال کا اُن کے پرساں ۔ کیا بُرا وقت پڑا آن کے بیچاروں پر
اُنکی خوشنودی سے خوشنود ہیں اللہ رسول ۔ پرورش اُنکی نہ کیوں فرض ہو دینداروں پر
ماحصل جو ہے مسلمان اُسے لازم ہے ۔ کار کو اُن کے وہ ترجیح دے سب کاموں پر
کار میں خیر کے ایثار کریں مال و متاع ۔ میرے نزدیک تو واجب ہے یہ زرداروں پر
پرورش کرنی یتیموں کی وہ ہے جنس ثواب ۔ لطف حق حکم ہے ہر لحظہ خریداروں پر
اگر اللہ غنی ہے سنا اے منعم ۔ کھول دے باب کرم بیکس و ناچاروں پر
ایک کے دس جو یہاں ہیں تو وہاں ستر ہیں ۔ یہ محقق ہے یقیں ہے اگر اخباروں پر
بے دیئے گانٹھ سے مقبول نہیں صوم و صلوۃ ۔ گو دو اسپہ وہ چلے جاتے ہوں رہواروں پر
ایک دن وہ تھا کہ ہم یاد میں اب جس دن کے ۔ لوٹتے رہتے شب و روز ہیں انگاروں پر
یاد ہے اپنے سلف کی بھی جوانمردی کچھ ۔ سینے رکھ دیتے تھے جو دوڑ کے تلواروں پر
غیرت و ہمت و مردانگی و استقلال ۔ کتنے طُرّے تھے لگائے ہوئے دستاروں پر
راہِ مولا میں اُڑاتے تھے زر و مال اپنا ۔ آفریں سنج تھا اِک عالم اِن اطواروں پر
چاہیئے یہ کہ ہو اسلاف کے پیرو تم بھی ۔ تاکہ آگاہ رہو رسم کے اسراروں پر
اے رسول عربی ہاشمی و مُطّلبی ۔ ہے بُرا وقت پڑا تیرے گنہگاروں پر
درد ایسا ہے کہ ہو درد کو بھی جس سے درد ۔ ہے وہ آزار کہ آزار ہے آزاروں پر
درد دل کس سے کہیں ہائے نہ درماں نہ دوا ۔ کون ہے رحم کرے ایسے دل افگاروں پر

ہی شفا لطف و عنایت تری اے فخرِ مسیح
ہاں ترحم کی نظر ڈال دے بیماروں پر

مُنسلک نظم میں طالب کے ہیں جو دُرِّ یتیم
صدقے ہے عقدِ ثریا بھی اِن اشعاروں پر

غریب۔ جناب منشی محمد حسین صاحب متعلم ایف اے کلاس

رنج پر رنج ہے آزار ہے آزاروں پر
آفتیں سیکڑوں ہیں تیرے طلبگاروں پر

تو نے جس گل کو نظر بھر کے کبھی دیکھ لیا
اوس سی پڑ گئی اُس پھول سے رخساروں پر

مے افکار سے مخمور رہے ہم لیکن
طعن کرتے رہے غفلت میں بھی ہشیاروں پر

کی وہاں گرم بغل غیر کی اُس ظالم نے
ہم یہاں رشک سے لوٹا کیے انگاروں پر

آگ میں گر کے تعجب سے پکارے یہ خلیلؑ
فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

دل تو ہے دولت دنیا سے غنی اپنا غریب
فوق ہم کو دیا اللہ نے زرداروں پر

کمتر۔ جناب لالہ جھنو لال صاحب تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

شادی وصل میں یہ بھی نہیں معلوم مجھے
فرش گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر

نقطے جسطرح کہ مصحف پہ عیاں ہوتے ہیں
تل چمکنے لگے یوں یار کے رخساروں پر

دل حسینوں سے لگانا نہیں اچھا کمتر
یہ ستم توڑتے ہیں روز خریداروں پر

مائل۔ جناب منشی جنیسر داس صاحب دہلوی تلمیذ حضرت آغا شاعر دہلوی

دم لبوں پر ہے بُرا وقت ہے بیچاروں پر
رحم کر رحم محبت کے گنہ گاروں پر

کیسی کیسی ترے عشاق جفا سہتے ہیں
رات دن تازہ ستم ہوتے ہیں بیچاروں پر

مُردے بھی اُٹھتے ہیں ہر بار تری ٹھوکر سے
صدقے ہوتی ہے قیامت تری رفتاروں پر

کاوشِ چرخ۔ رقابت کی جلن۔ دردِ فراق
ہائے بجلی گرے اِن میرے دل افگاروں پر

پرچہ پہنچتے ہی ان مصرعوں پر غزلیں آنی چاہئیں +

۵ ستمبر ۱۸۹۹ء تک "سجدہ کرلیتا ہوں جب سامنے تو آتا ہے" تو قافیہ

۵ اکتوبر ۱۸۹۹ء تک "اُٹھ گئے مرا نصیب ہے اللہ یار ہے" یار قافیہ

مغربی و مشرقی خیالات

مرنے کے سوا پیر نود سالہ سے کیا ہو؟

گرمی کے بھی دن آئے بہاریں بھی دکھائیں
پت جھڑ ہوئی تو سبز قبائیں نظر آئیں

جاڑوں میں بھی سناٹوں کی وہ بدلیاں چھائیں
سب کچھ ہوا پر اس میں ترنگیں نہ سمائیں

پژمردہ سا یہ سب سے الگ ہوگیا سائیں
مرنے کے سوا پیر نود سالہ سے کیا ہو

الفت سے اسے کام نہیں اور نہ سروکار
یکساں ہے برابر ہے یہ بیخود ہو کہ ہشیار

مرکر بھی میسر نہیں اب لعل لب یار
تھا دھوپ کا سایہ کہ جوانی تھی مزیدار

میٹھا نہیں اب کچھ بھی کہ ہے جان سے بیزار
مرنے کے سوا پیر نود سالہ سے کیا ہو

ہو جن کہ جولانی برابر ہی ہے صورت
وہ آنکھ میں شوخی ہے نہ وہ ناچ نہ رنگت

ہو چاؤ ذرا سا بھی تو کہتے ہیں حماقت
دیوانی جوانی کے ہیں سب حسن طبیعت

ورنہ جو بڑھاپا ہے تو دل تیرہ ہے حضرت
مرنے کے سوا پیر نود سالہ سے کیا ہو

مصنفہ [illegible]

ترجمہ [illegible]

ایک پری چہرہ پُل سے گر کر خودکشی کرتی ہے

اک بُت بد نصیب و بسمل و زار — سخت بے چین جان سے بیزار
پُل پہ دریا کے ہے کھڑی دیکھو — جان دینے پہ ہے اڑی دیکھو
ہے کوئی دیکھ بھال لے آکر — گرتے گرتے سنبھال لے آکر
بر میں پوشاک زعفرانی ہے — کیسی اُٹھتی ہوئی جوانی ہے
لالٹین ایک ہے قریب نصب — روشنی اُسکی اِسپہ اور غضب
گون کا وہ ہوا میں لہرانا — لہریں دریا کی سی دکھا جانا
کوئی ایسا ہو آڑے آجائے — اِس پریزاد کو بچا جائے
طعن و تشنیع سے دستگیر نہو — قابلِ رحم ہی اِسے جانو
اِس کے افعال پر نجائے کوئی — وہ نہیں رہ گئے۔ یہ آپ چلی
حاضری اب تو پیش داور ہے — پاک ہے صاف ہے مطہر ہے
موت نے کچھ کسر نہیں چھوڑی — حُسن ہی حُسن رہ گیا باقی
لاکھ اِس نے خطائیں کیں۔ نہ رہیں — شک نہیں اِسمیں۔ ہاں نہیں نہ رہیں
کیوں نہ ہوتی یہ واجب التعزیر — آخرش پی چکی تھی کچا شیر
ترس کھائیگی ہے یہی تو گھڑی — ہے بچاری کے سر پہ موت کھڑی
اُف رے مایوسیوں کا یہ عالم — موت کا سامنا۔ الٰہی ستم
جان دینے پہ تُل گئی دیکھو — وہ گری ہائے وہ گری دیکھو
باپ ہے اور نہ ماں ہے دُکھیاری — نہ بہن ہے کرے جو غمخواری
بھائی بھی تو نہیں کہ تھامے ہات — پھر بھلا اور کون پوچھے بات

یاد بیشک کسیکی دلمیں ہے
ہائے افسوس یہ شب تاریک
کوئی ملجائے گا یہ آس کسے
ہجر نے جان پر بنائی ہے
خون دل اب پیا نہیں جاتا
وحشتوں کے وہ سائے زور گھٹے
اپنی ہستی کو یوں مٹانا تھا
وہ گری پانی میں دھماکا ہوا
شرم سے عرق عرق کرنے لگا

اک شرارہ سا آب و گل میں ہے
رشتۂ جان بال سے باریک
زندگی ہوگی پھر حواس کسے
دم نکلجائے تو رہائی ہے
سچ تو یہ ہے جیا نہیں جاتا
لو وہ پل کی لگر سے پیر ہٹے
وہ ہی کر گزری جو کہ ٹھانا تھا
وہ اسے لینے کو بڑھا دریا
چھینٹے دے دیکے غرق کرنے لگا

مصنفہ ٹامس ہڈ — مترجمہ — آغا شاعر دھلوی

نوٹ اگر ناظرین آیندہ یہ پسند کریں کہ انگریزی پوئٹریوں کی بھی اصل ہو تو ان شاءاللہ بشرط فرمایش وہ بھی پیش کیجائے گی۔

اُس پریچہرہ عورت کے دریا میں گرنیکی بعینہ تصویر ہے۔ جسکا ذکر
نظم میں ہے

قند پارس
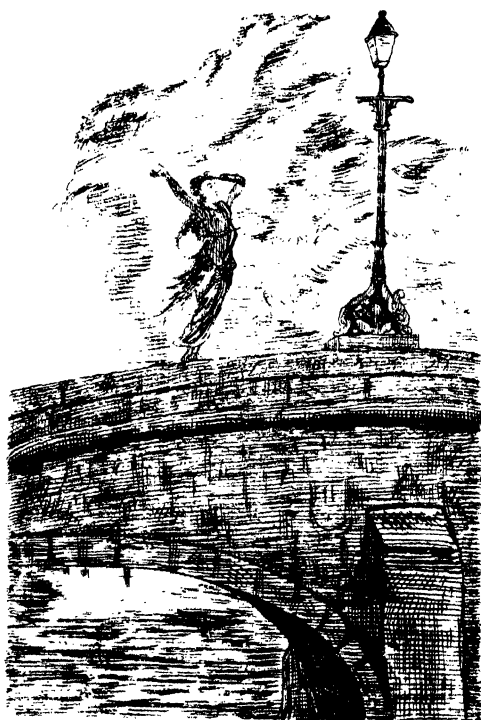
رباعی

آب خنک از شربت انگور بہ — زن زشت وفادار ز صد حوری بہ
این نکتہ بشنیدم ز بزرگان عراق — صحبت کہ ز عزت بنود دوری بہ

ترجمہ

ٹھنڈا ٹھنڈا پانی بہتر شربت انگور سے — کالی صورت با وفا بیوی سوا نسو حور سے
آفریں کیا خوب نکتہ کہہ گئے اہل عراق — جس جگہ عزت نہیں ہو پھونکو اُسے تو دور سے

رباعی

ای دل چو نصیب تو ہمہ خوں شدن است — احوال تو ہر لحظہ دگرگوں شدن است
ای جاں! تو دریں تنم چہ کار آمدۂ؟ — چوں عاقبت کار تو بیروں شدن است

ترجمہ

اے دل تری تقدیر میں خوں ہونا ہے — ہر لحظہ نئی طرح زبوں ہونا ہے
اے جان! مرے تن میں تم کیوں آئی ہے — آخر تجھے اک با برون ہونا ہے

مصنفہ عمر خیام — مترجمہ — آغا شاعر دہلوی

نمکِ اُردو

غزل

یہ ادنےٰ سی واں شانِ صورتگری ہے
کہ مٹی کے قالب میں ڈھالی پری ہے

ذرا فصلِ گل کی کرامت تو دیکھو
ابھی خشک تھی وہ جو ٹہنی ہری ہے

گل و یاسمن ہی نہیں خود نما کچھ
صبا نے یہ کانوں میں سب کے بھری ہے

بہار آئی گلشن میں گل ہیں شگفتہ
خراماں خیاباں میں کبکِ دری ہے

جفا جو نہ بد خو ستمگر نہ ظالم
بُری عادتوں سے بری وہ پری ہے

مرے زخم پر اور چھڑکیں نمک وہ
بڑی اُن کی یہ بھی کرم گُستری ہے

نہ اڑنے کا کھٹکا نہ دھڑکا خزاں کا
یہ شاخِ محبت ہمیشہ ہری ہے

نہیں اُس میں گنجایشِ کینِ دشمن
وہ دل جس میں تیری محبت بھری ہے

مری جنسِ الفت ہی اَن مول منعم
یہ چاندی سے سونے سے سب کھری ہے

یہاں محتسب تاکتا کیا ہے ہر سو
یہ بوتل جو گھر میں ہے خالی دھری ہے

نہیں فکر کچھ ہم جو بیٹھے ہیں خالی
صراحی تو مے کی لبالب بھری ہے

وہ ہرجائی منہ کو چھپاتا ہے مجھ سے
یہ بے پردہ داری کہ پردہ دری ہے

سپاہ اپنی زیر و زبر بس سمجھئے
اگر فرزنگی یہی افسری ہے

منافق ہو جو صاحبِ علم جانو
کتابوں کی گٹھڑی گدھے پر دھری ہے

کیا نفسِ سرکش جو مغلوب طالب
تو سام و نریماں سے بڑھکر جری ہے

غزل

دلمیں شعلے سے کچھ بھڑکتے ہیں
جلتے ہیں بھُنتے ہیں دہکتے ہیں

میرے پھُولوں میں آنا ہے منظور
غیر کے واسطے مہکتے ہیں

ناتواں ہوں اثر دکھا جلدی — اے دعا میرے ہاتھ تھکتے ہیں

ہمسے چھپ چھپکے یوں نظربازی — خیر کیا ڈر ہے ؟ دیکھ سکتے ہیں

ٹیس بھی پھر سہی نہیں جاتی — جب کلیجے کے زخم پکتے ہیں

کیوں نہ جوبن دکھائیں غیروں کو — نوجوانی ہے۔ رہ بھی سکتے ہیں ؟

اے اجل مر کہیں خدا کے لیئے — دیکھ تو کب سے راہ تکتے ہیں

آؤ۔ ارماں نکال لو اپنے — تیر دل میں یہی کھٹکتے ہیں

چھٹ چکا تمسے وہ۔ ہٹو شاعر — بن پیئے آپ تو بہکتے ہیں

ہندی طبّاع کی نازک خیالی

انسان کی اصلیت اُسکی باتوں سے معلوم ہوجاتی ہے

ایکدن راجہ بھوج کے دربار میں چار لڑکیاں ایسی پیش ہوئیں جنکی جادو بیانی نے قصائد کے رنگ میں ادا ہوکر تمام حاضرین کو دنگ کردیا۔ بلکہ اسپر بھی اکتفا نہ کی۔ اور مناظرہ کا جلوہ دکھاکر اُن تڑپتی ہوئی بجلیوں نے شاہی پنڈتوں کے بھی جی چھڑوا دیئے۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن کسی آن یہ نہ کھلا کہ یہ سب کی سب کس باغ کی اُٹھتی کونپلیں ہیں۔ لہذا ذات پات کی ٹوہ لگانیکے لیئے راجہ نے یہ چال چلی کہ اُنھیں استراحت کیلئے ایک ایسا مکان دیا جسکے چار درجے تھے۔ اور ہر درجہ میں ایک دوسرے سے فرق کرنیکے لیئے تختہ بندی کردی گئی تھی۔ چنانچہ اُسکے پردے میں ایک پنڈت سُن گن لینے کیلئے مخفی ہو بیٹھا جسوقت پو پھٹی۔ اور آسمان کا مشرقی حصہ زرد ہوگیا تو ایکا ایکی اُنمیں سے ایک لڑکی نے کہا۔

अभूत्प्राची पिङ्गा रसपतिरिव प्राश्य कनकम्

ترجمہ جانبِ مشرق سے یوں چمکا ہی چرخِ لاجورد + جس طرح سونے کو پارہ پی کے ہوجاتا ہی زرد

اسکا نگہبان پنڈت فوراً سمجھ گیا کہ یہ کسی شنا کی لڑکی ہے۔ دفعتاً دوسری اپنے درجہ میں سے بولی

गतच्छायश्चन्द्रोबुधजनइवग्राम्यसदसि

ترجمہ۔ پھیکا پھیکا دھندلا دھندلا سا ہے یوں ماہتاب ✤ جسطرح جہّال کی مجلس میں فاضل شرمگیں ✤
اسکا نگراں بھی فوراً تاڑ گیا کہ یہ کسی پنڈت کے گھر کا اُجالا ہے۔ تیسری نے کہا۔

क्षयातक्षीयास्तारानृपतियइवनोद्यम परा

ترجمہ۔ اسطرح غائب ستارے ہو رہے ہیں پے بہ پے ✤ جیسے وہ فرمانروا جو غافل شاہی سے ہے ✤
صاف معلوم ہو گیا کہ یہ راج دولاری ہے کیونکہ شیروں کے شیر ہی ہوا کرتے ہیں ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ چوتھی گویا ہوئی۔

नदीपाःशोभन्तेद्रवियरहितानामिवगुणाः

ترجمہ شمع کی لو اسقدر بد رونق ہے وقت سحر ✤ جسطرح افلاس کا مارا ہوا اہل ہنر ✤
پنڈت فوراً سمجھ گیا کہ یہ کسی بنئے کی بیٹی ہے۔ لالچ تقریر سے ٹپکتا ہے۔ (دوستی)

प्रारम्भगुर्वीलघ्वीक्रमेण ॥ लघ्वीपुराबृद्धिमतीचपश्चात्
दिनस्यपूर्वार्द्धपरार्द्धभिन्ना ॥ छायेवमैत्रीखलसज्जनानाम्

ترجمہ۔ دوستی ناداں کی سایہ صبح کا تا شام کا ✤ اور بلطف مرد دانا کی ہے سایہ شام کا ✤
اسکو بڑھکر گھٹنا ہے اور اسکو بڑھنا ہی نصیب ✤ دوستی اس سے کرے جو آدمی ہو کام کا

مترجمہ مائل دہلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبزۂ پامال

پہلا باب

"میں اپنے چہرے کی نسبت تو کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکتا لیکن ہاں دل کا حال بیشک جانتا ہوں"
اچھی میری کلائی چھوڑ دو۔ تم ہو کون؟ ہائیں جان نہ پہچان جھاڑ کا کانٹا ہو کر لپٹ گئے۔ ہی ہی دیکھو وہ کوئی آ گیا۔ یہ لفظ خوف و ہراس برساتے ہوئے ابھی ہوا میں گونجتے تھوڑی ہی دیر پہنچے تھے جو ایکا ایکی بجلی سی چمکی۔ اور کوئی چھم چھم کرتا ہوا مہتابی پر چڑھ گیا۔

آنیوالا۔ (اپنے سامنے ایک بت بنے ہوئے شخص کو دیکھکر) کون؟ قیصر کیوں خیریت؟ تم اس طرح بے اوسان سے کیوں کھڑے ہو۔ میاں بولو۔ واہ تم ہی ہو کر رہ گئے۔

قیصر۔ (بڑی دیر کے بعد اپنے ماتھے پر سے ہاتھ ہٹا کر ایک ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے) ہیں کیا کہا آپ نے؟ میں اچھا ہوں۔

آنیوالا۔ چہ خوش۔ اچھا ہوں۔ کیا معنی؟ اچھے بچھے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ چلو تم اوپر تو چلو۔ روشنی میں۔ میں تمہیں اچھی طرح دیکھوں تو سہی۔ خدا جانے میرا ہی خیال کچھ غلط ہے میری ہی سماعت اور بصارت مجھے دھوکا دے رہی ہے یا واقعی تم کچھ آپے سے باہر ہو۔ اور دبی دبی زبان سے کسی دقیقی امر کو چھپا رہے ہو۔ یہ کہہ کے آنیوالا حاکمانہ وضع میں قیصر کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اور اُسی مہتابی پر چڑھنے کیلئے اشارہ کرتا ہے۔

قیصر - آپ تشریف تو لیچلیں - ہاں ہاں آپ آگے بڑھیں - میں بھی حاضر ہوں -

آنیوالا - اجی بس - اس تہذیب اور تکلیف کو تو آپ رہنے دیجئے - اور سیدھی طرح سے میرے ساتھ چلے آئیے - مرد خدا ! تم اتنی دیر کے میرے پاس سے آئے ہوئے ہو - یہاں نیچے کھڑے کھڑے کیا سوچ رہے تھے ؟

قیصر (اپنے آپ کو سنبھال کر) حضور کیا عرض کروں ؟ - آپ واقعی درست فرماتے ہیں مجھے اصطبل میں گھوڑا چھوڑ کر آئے ہوئے بیشک عرصہ ہوا - اور جتنا کچھہ وقفہ ہوا وہ سب یہیں اِسی جگہ بس اسی مقام پر - لیکن اسکی وجہ بجز اسکے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جو نہیں میں پائیں باغ سے گزر کر یہاں بارہ دری کے قریب پہنچا ہوں - اور اس زینے پر چڑھ کر مہتابی پر جانیکا ارادہ کیا ہے - بس یکا یک مجھے ایسا چکر سا آیا کہ قریب تھا جو میں بدحواس ہوکر گر پڑوں - پھر بھی مینے بہت کچھ ضبط کیا - اور سر پکڑ کر اس دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں آپ آگئے -

آنیوالا - لیکن آپ اوپر تو چلو یا یہیں کھڑے کھڑے تقریریں کئے جاؤ گے ؟ ایک معاملہ میں مجھے تم سے رائے لینی ہے - ابھی ابھی ایک ایسی وحشت اثر خبر سُنے ہوئے چلا آتا ہوں - کہ حواس ٹھکانے نہیں - آؤ - بڑھو - بس یہ فقرہ ختم ہوتے ہی یہ دونوں کے دونوں آگے پیچھے ہوکر زینے پر چڑھنے لگتے ہیں - آنیوالے کی تیز چال اور قیصر کے سُست قدم گویا ایک دوسرے کی ضد ہیں - زینے کے وسط میں قندیل کے قریب پہنچکر آنیوالا اپنے ہمراہی کی طرف تعجب بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اُف ! یہ تمھیں ایکا ایکی ہو کیا گیا - قیصر میں نے تو تمھیں بڑے بڑے خوفناک مقاموں پر خطرناک حملوں میں بھی ایسا مضمحل و ناتوان نہیں پایا - تعجب ہے سخت تعجب ہے - تمھارا چہرہ تو اسوقت دھوئے کپڑے کو بھی مات کر رہا ہے - آخر اسکا سبب ؟ -

قیصر (مہتابی پر پہنچکر) میں اپنے چہرے کی نسبت تو کچھ رائے نہیں دے سکتا لیکن ہاں دل کا حال بیشک جانتا ہوں -

اِسکی اسوقت کچھہ ایسی عالت ہو جیسے کوئی بھولا بھولا سا ہوتا ہے - بھولا کیا بلکہ میرے ہاتھ

پاؤں غرض ہر اعضا اعضا رانگ کیطرح پگلے جاتے ہیں۔ سانس کی تیزیاں۔ روح کی گھبراہٹ کچھ بڑھتی ہی جاتی ہے آنکھوں میں پہلے تو ایک برقی اثر دوڑا اور پھر اُلٹی اُنہیں سے چنگاریاں سی اُڑ رہی ہیں

آنیوالا۔ (اسکا ہاتھ تھامکر فرش پر بیٹھتے ہوئے) سانس کی تیزیاں۔ روح کی گھبراہٹ۔ اعضا اعضا کا رانگ کی طرح پگلنا بھولا بھولا رہنا چکر آنے لگنے۔ یہ کیا کہ رہا ہے تم پلٹو گے۔ دیوانے تو نہیں ہو گئے؟ دیوانے کا لفظ سنتے ہی بے اختیار مقابل کے چہرے کی پلکیں ایکا ایکی جھپک گئیں اور دو لمبے لمبے آنسو بہ نکلے

قیصر (جلدی سے آنسو پونچھکر) اب آپ اسوقت مجھسے زیادہ پوچھنے گچھنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں مجھے اکثر ایسا ہی دورہ ہو جایا کرتا ہے۔ بلکہ آپ میری طرف سے مطمئن ہو کر وہ عجیب خبر سنائیے جس میں آپ مجھ سے رائے لینے والے تھے۔

آنیوالا۔ اے سبحان اللہ۔ کیا متانت بھری تقریر اور کتنی مدبرانہ صورت اسوقت آپ کی معلوم ہوتی ہے۔ بندہ خدا۔ تمہارا دل تو ٹھکانے سے ہی نہیں۔ دوسرے یہ تمنے کیا کہا کہ میری حالت اکثر ایسی ہی ہو جایا کرتی ہے۔ خدا جانے یہ کہانتک درست ہے۔ میں نے تو تمہیں آجتک سوا ایسی حالت میں کبھی دیکھا نہیں۔ (ذرا تھمکر مقابل کے چہرے کی طرف پھر ایک دفعہ غور سے دیکھتے ہوئے) سچ بتاؤ بہادر قیصر! یہ آج کیا معاملہ ہے

جتنی دیر میں کہ قیصر اپنے معزز دوست یا سردار کا جواب دے یا اپنی انوکھی حالت کا کوئی اور سبب بیان کرے۔ اتنی دیر میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مقام اور حاضرین کا چربہ لیلیں۔ یہ ایک بلند مہتابی ہے جسے بارہ دری کی چھت بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسکے دو زینے ہیں ایک تو یہ جسپر سے پے بہ پے تین آدمی آچکے ہیں۔ اور دوسرا دہ جو باغ سے آنیوالے زینے کی سیدھ میں مہتابی کو اپنے بائیں پہلو پر لیئے ہوئے ایک خوشنما سی محراب نما دیوار کھینچتا ہوا دوسری طرف بالکل نیچے سراپردہ عصمت کے قریب جا نکلتا ہے۔ گرمیوں کے موسم کی جان مہتابی جسپر ایک بہت مکلف برف سا فرش بچھا ہوا ہے۔ اپنے صدر میں مسند کے چوطرفہ تازہ ٹوٹے ہوئے پھولوں کے گلدانوں سے مہک رہی ہے پُکھراج کے ستو ہو فانوس ایک سیدھ میں اس لمبے فرش کو اسطرح طے کرتے چلے

لگئے ہیں کہ جب ہوا کا کوئی تیز جھوکا اپنر سے گزرتا ہے تو برابر جھلملاتی ہوئی شمعیں سُنہری دریا
کی لہریں بنجاتی ہیں۔ بس یہی ایک زردی دکھائی دیتی ہے۔ ورنہ فرش سے لیکر در و دیوار تک یہاں کے
سنگ مرمر اور چاندی کے پتروں کی طرح دمک رہے ہیں۔ چودھویں رات کا چاند بھی اسوقت کچھ اِس
رُوپ پر ہے کہ بے اختیار جی لوٹا جاتا ہے۔ خال خال سیاہ بادلوں کے دوڑتے ہوئے دو ٹکڑے
جب اسپر اِدھر اُدھر سے آکر چھا جاتے ہیں۔ اور پھر یہ انمیں سے ایکا ایکی نکل آتا ہے تو بالکل وہ
سماں یاد آجاتا ہے۔ جیسے غم کی گھٹا میں سے عاشق کا دل مضطر کبھی کبھی اُمید وصال کے جلوے
لئے ہوئے دفعتاً آزاد ہوجاتا ہے۔ یا دوسری سینری سے نہاتے ہیں کسی اُس حور وش کا مانگ
نکالنا جسکے لمبے لمبے سیاہ بال پانی کی دھار سے پہلے تو الٹ کر مُنہ پر آپڑے ہوں اور پھر جب
اُسنے دونوں دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی آدھے اِدھر آدھے اُدھر کر لئے ہوں تو پیارے
پیارے چہرہ نے چمک چمک کر بجلیاں گرادی ہوں۔ گو اسوقت یہاں خدمتگار یا چوبداروں میں سے
ایک کا بھی نام نہیں۔ لیکن ضرورت کے سامان جو اک ایسی تفریح کی جگہ مناسب ہوں سب موجود
ہیں۔ حاضرین وہی دو آنیوالے مرد ہیں جنمیں سے ایک تو وہی سردار وضع شخص مگر نئی دھج سے
گلے میں کتان کا لمبا کرتا۔ اُسپر اطلسی قبا۔ زرکار کمربند۔ سر پر کلغی و سرپیچ سے مرصع کھڑکی دار
پگڑی۔ کمر میں اصفہانی جواہر نگار قبضہ سے کچھ جھکی ہوئی ہے۔ یہ تجربہ کار سردار جبسے ایسا تشویشناک
سوال سُنئے ہوئے ہی اُسیطرح چُپکا بیٹھا دیکھے جا رہا ہے۔ قیصر کی خاموشی نے اسے بھی موہ لیا ہے
اور یہ اپنی حالت سے بیخبر اُسی کے مُنہ کو دیکھے جاتا ہے۔ کبھی کبھی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اور پھر اپنے
مقابل کے اُن خیالات کا اندازہ کرنے لگتا ہے جنمیں وہ اسوقت تک ڈوبا ہوا ہی۔ اسکا مقابل
یا قیصر ہمارا ہیرو بھی فوٹو کے قابل ہے۔ اسکا حُسن شباب اِسکے پیارے خط و خال متوالی آنکھیں
بھرے بھرے ہاتھ پیر نکیلا سجیلا ہونے میں ذرا شک نہیں کرنے دیتے۔ انصاف تو یوں ہے کہ
گورے رنگ پر گلابی قبا اور دھانی رنگا ہوا راجپوتوں کی طرح سے بانکا صافہ۔ اِسے اسوقت کھائے
جاتا ہے۔ ہتھیاروں میں سے گو اسوقت سوائے ایک خوشنما میان کی پیش قبض کے اور کچھ نہیں ہے

لیکن اُس سے ہی سادگی اور دلیرانہ تیور ٹپک رہے ہیں۔ مگر وہ غم کی گھٹا جو ابھی تھوڑی ہی دیر سے اِسکے دلپر چھائی ہے وہ بیشک چہرہ کی رنگت کو پھیکا کیئے دیتی ہے۔ بہتیرا یہ چاہتا ہے کہ دل کو ٹھیرائے۔ اعضا کو قابو میں رکھے۔ اور بات ٹھکانیسے کرے۔ لیکن نہیں ہو سکتا۔ پہلے ہی باوجود چھپانیکے جوش دل کے ہاتھوں سردار سے سارا حال کھل گیا اور اب بھی کسیقدر بہوش آجانے پر اُسی خوف کے مارے بات نہیں کرتا کہ ایسا نہو برہان الملک تہ کو پہنچ جائے۔ اور چار برس کی جاں فشانی کا حق بھولکر اُلٹا خون کا پیاسا ہو جائے۔ یہ ابھی مسلسل وقفوں کے بعد اُسیطرح چُپ تھا کہ یکایک بعد سکوت کے بعد پھر بُرہان الملک ہی حجت تمام کرنے لگتا ہے۔

بُرہان الملک۔ کیوں صاحب تو آج آپ واقعی نکلے ہوئے ہیں۔ ضرور آپ پر کوئی جادو ہوا ہے بیشک آپ کو دنیا کی ہوا لگی۔ چال چلن میں فرق آیا۔ یا تم نے افیون کھالی۔ سبزی پی۔ یا شراب چڑھا گئے۔ آخر یہ ہے تو آج کیا ہے۔ تم نہ مُنہ سے بولو نہ سر سے کھلو۔ پہلے تو وہاں نیچے پہلیا کے پاس تھوڑی دیر تک بُت بنے رہے۔ جب میں وہاں سے زبردستی یہاں لایا۔ اور کود کود کر سکوت کا سبب پوچھنا چاہا تو پہلے تو لگے اُڑان گھائیاں بتانے رچکرانے۔ دل کا بھولا بھولا ہونا۔ روح کی بےچینی۔ اور خدا جانے کیا خاک بلا۔ اب جو میں نے سہ بارہ پوچھا تو پھر وہی گھنی سادھ لی (ذرا گرم آواز سے) دیکھو قیصر صاف صاف کہدو۔ ورنہ مجھسے بُرا کوئی نہیں۔ اب میں زیادہ تمہاری فکر تعمق کا انتظار نہیں کر سکتا۔ مجھے آپ اپنے جھگڑوں سے فرصت نہیں۔ پہلے ہی اک نئی بلا میں گرفتار ہوں تمسے امداد لینے کا امیدوار تھا۔ مگر قسمت سے آپ بھی دین و دنیا سے غافل نکلے۔

قیصر۔ جسنے اتنی دیر چُپ رہکر اب اپنے گئے ہوئے اوسان اچھیطرح درست کر لیئے تھے بلکہ اِسی فکر میں تھا کہ کیونکر اپنے سردار سے اتنی دیر کے سکوت کی معافی ملنگے۔ بالکل ہوشمندوں کی طرح صورت بنا کر (نہیں، جناب میں بالکل اچھا ہوں کیسی بےچینی۔ اور کسکی مدہوشی حقیقت حال بس وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اِسکے بعد اتنی دیر کے سکوت کا باعث مجھے

بچا بہت بڑا فرض ہے۔ یہ وہ شخص ہے جسنے ۲۰-۲۰-اور ۵۰-۵۰ میل دھاوا کرکے پیاز کی
گٹھیوں اور موٹی موٹی روکھی روٹیوں سے پیٹ بھر لیا ہے اور پھر نیزے کی بوڑی دکھا کر
دشمن کے جاہ وجلال پر طعنہ زنی کی ہے کہ انشاء اللہ اب کوئی دن جاتا ہے جو میں شاہی
محلوں میں ہوں گا۔ اور سارے تزک و احتشام میرے قدموں کے لیئے ہونگے۔ معزز ہمعصر!
یہ وہی نادر ہے جو تمام فارس کو فتح کرتا ہوا ترکوں کو زحمتیں دیتا افغانوں کا قلع قمع کرتا
ہرات اور قندھار تک چلا آیا۔ اور پھر اس بچر حیلہ سے کہ ہمارے بعض دشمن سلطنت مغلیہ
میں پناہ گزین ہیں اول کابل تک اور اب تازہ خبروں کے مطابق دریائے اٹک سے بھی اُتر چکا
ہے یقین کامل ہے کہ وہ دو منزلہ وسہ منزلہ کرتا ہوا مجھ تک پہنچے جسکے لیے میں آپ کو پہلے
ہی سے مطلع کیئے دیتا ہوں کہ میں بالکل تاب مقاومت نہیں رکھتا۔ تاوقتیکہ شاہی کمک دوسرے
مہینے تک نہ پہنچیگی۔ بہتر ہوتا اگر آپ خود بنفس نفیس دلی پہنچتے۔ اور جہاں پناہ سے بالمواجہہ عرض
کرکے اس بلائے مبرم کے دفعیہ کا انتظام فرماتے۔ ورنہ عنقریب جسکی لکڑی اُس کی بھینس
ہوجائیگی۔ والسلام

راقم صوبیدار پنجاب

دوسرا باب

تیغ بکف

مہاوٹیں برس رہی ہیں۔ دھواں دھار بادل کچھ ایسے گھٹا ٹوپ چھائے ہوئے ہیں کہ ہاتھ
کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ سب پر طرہ اخیر مہینے کی اندھیری رات کا بھیانک پن اور رہا سہا اندھا
کیئے دیتا ہے۔ بجلی کی کڑک رعد کا رہ رہ کے گرجنا نازک دلوں میں پنکھے لگائے دیتا ہے۔ جوں
جوں بھرن پڑتی جاتی ہے ووں ووں بجلی کا یہ عالم ہے کہ یہاں چمکی اور وہاں چمکی ادھر گری
اُدھر گری۔ کچی دیواروں اور بوسیدہ چھتوں کے گرنے کی آوازیں اُن غریب ستم رسیدوں کی

ضروری نوٹ

نمونہ کے پرچہ کا قاعدہ منسوخ۔ جو ملکی بھائی پنجۂ نگاریں حاصل کرنا چاہیں۔ وہ چار آنے کے ٹکٹ درخواست کیساتھ روانہ فرمائیں ورنہ تعمیل نہوگی۔

آغا شاعر دہلوی

انڈین پیور لنگویج ٹیوٹر۔ دہلی

آئین پنجۂ نگارین

(۱) پنجۂ نگارین یا ملکی تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایک پیارا ادیب ہر انگریزی مہینے کی ۱۵
کو شائع ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ضرورتاً حجم بڑھا دینا اختیاری بات ہے۔

(۲) عام قیمت سالانہ ۱۲؍ امرائے سے ۵؍ معہ محصولڈاک مربیوں سے ۵؍ سے ۲۵؍ تک
ملک و راجگان کی بلند حوصلگی پر موقوف ہے۔

(۳) قیمت ہر حال میں پیشگی۔

(۴) نمونہ بغیر ۲؍ وصول ہوئے ہرگز روانہ نہوگا۔

(۵) غزلیات طرح منتخب شائع ہونگی۔ باستثنائے اساتذہ تعداد اشعار گیارہ سے زائد نہیں
بہت پُرزور آنا چاہیئے۔

(۶) غیر خریدار حضرات کا کلام بشرط گنجایش شائع ہوگا۔

(۷) کلام غیر طرح بشرط صحت فی شعر ۲؍ اور طرح کی غزلمیں تعداد اشعار بڑھانیکے لیے فی شعر ۲؍

(۸) اُجرت اشتہارات خاص طور سے بکفایت طے ہوگی۔

(۹) جو صاحب خود بھی خریدار ہونگے اور اپنی معرفت اور بھی خریدار بہم پہنچائینگے وہ معاون گلدستہ لکھے

(۱۰) ہر قسم کی تحریرات بخط صاف ہوں۔

(۱۱) کل غزلیں بہ ترتیب حروف تہجی درج ہونگی۔

(۱۲) ہر جواب طلب تحریر کیساتھ ٹکٹ یا جوابی کارڈ روانہ ہو ورنہ سکوت ہوگا۔

(۱۳) تمام مالی و انتظامی ترسیل بنام آغا شاعر دہلوی۔ انڈین پیورلنگویج ٹیوٹر مالک گلدستہ ہا

آغا مناظر علی بیگ منیجر پنجۂ نگا

کھڑکی ابراہیم علیخاں
دہلی